گئے ہیں، انہوں نے کہا یہ شرانگیز اور ہتک آمیز کتاب سخت ترین مذمت کی مستحق ہے۔" غیر مسلم اقوام کی ایسی ذلیل اور شرمناک جسارتوں پر جتنی بھی لعنت بھیجی جائے کم ہے، یورپ ایک مدت سے بعض اغراض کی خاطر یہ رسواکن کھیل کھیل رہا ہے، مگر اصل علاج چند روزہ غوغہ آرائی نہیں، مسلم قوم تمام انبیاء اور پیشوایان مذاہب کی عظمت و احترام پر مجبور ہے، اور یورپ اس مجبوری سے غلط فائدہ اٹھا رہا ہے اگر مسلمان قوم بھی یورپی اقوام کی طرح مذہب و اخلاق کے بندھنوں اور شرافت کے تقاضوں سے آزاد ہوتی تو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جاتا۔ لیکن مسلمان تو ہر حال میں صرف اپنے آقا خاتم النبیین علیہ السلام بلکہ سیدنا عیسیٰ المسیحؑ، سیدنا موسیٰؑ اور دیگر تمام انبیاء کی شان اعلیٰ و ارفع کی تعدیل اور برأت کو مدارِ ایمان سمجھتا رہے گا جس امت کی کتاب اور دین نے اُن انبیاء کی پاکیزہ اور معصوم شان کی ناخلف امتوں کی دست درازیوں سے حفاظت و برأت کا ذمہ لیا تو وہ برائی کا جواب بدی سے کب دے سکتی ہے۔ ہاں اس کا جواب اگر ہے تو یہی کہ کاش! مسلمانوں کے دست و بازو اتنے مضبوط اور عزم و ایمان اتنا راسخ ہوتا کہ ایسی گستاخ زبان کو گدی سے نکال سکتا اور خیرہ چشمی پر اُن کی آنکھیں پھوڑ سکتا۔۔۔۔ سابق وزیر قانون کے احتجاجی بیان کی حرف بحرف تائید کرتے ہوئے ہم اپنی اس حیرت کو نہیں چھپا سکتے جو موصوف کے اس تازہ اور کچھ عرصہ قبل کے طرزِ عمل کو دیکھ کر ہمیں لاحق ہوئی، موصوف کے وزارت کے زمانہ میں ڈاکٹر فضل الرحمان نے بھی ایسی ہی ایک رسوائے زمانہ کتاب لکھی تھی اور اپنی "جرأت رندانہ" سے پوری ملت کو شدید اذیت پہنچائی تھی، نبی کریمؐ کی شانِ اقدس میں کیا کچھ نہیں تھا جو اس بیہودہ شخص نے نہیں لکھا تھا۔ ہم نے اسلامی کانفرنس کے دوران انٹر کانٹیننٹل کے ایک بند کمرہ میں وزیر موصوف کی زبان سے بھی ڈاکٹر صاحب کے بارہ میں نہایت غلیظ ریمارکس سُنے تھے مگر چند دن بعد اخبارات کے صفحات پر اچانک وزیر صاحب موصوف ڈاکٹر صاحب کے وکیل صفائی بن کر ظاہر ہوئے اور ڈاکٹر صاحب کی مدافعت اور برأت میں پورا زورِ وکالت صرف کیا تھا۔۔۔ اس تضاد کی توجیہہ یہی ہو سکتی ہے کہ موصوف کا وہ جذبۂ ایمانی اور حمیتِ اسلامی اب پابند قید اقتدار نہیں رہا جس کی گرفت میں آکر بسا اوقات انسان کی "ایمانی حس" مصلحت پرستی اور حبّ جاہ اور خوف و لالچ کے دبیز پردوں میں دب کر رہ جاتی ہے مگر مقامِ عزیمت تو یہی ہے کہ قعر دریا میں رہ کر بھی انسان اپنے دامن کو تردامنی سے بچائے رکھے۔

★

الحق نہ کسی سیاسی پارٹی کا ترجمان اور نقیب ہے، نہ تنقید برائے تنقید اس کا شیوہ، لیکن اگر کتاب و سنت کی ترجمانی کا دعویدار ہے تو اس کا فرض ہے کہ جہاں اور جس پارٹی میں بھی اسے منکر

نظر آئے اپنی بساط کے مطابق بلاخوفِ ملامتِ لائم اس پر گرفت کرے اور اپنے اس جذبۂ نصیحت و فریضۂ اعلاءِ حق کو ذاتی اغراض کی آلائشوں سے پاک وصاف رکھے، اس وقت ملک ایک نازک دور سے گذر رہا ہے۔ سیاسی پارٹیاں میدان میں آچکی ہیں، الحق کا کسی پارٹی کی ناجائز مخالفت کرنا جسطرح جرم ہوگا اسی طرح کسی پارٹی کے ایسے کسی قول وعمل پر سکوت مجرمانہ بھی عنداللہ بہت بڑا جرم ثابت ہوگا جو مسلمانوں کے دینی وملی مزاج یا کتاب وسنت کے اصول سے متصادم ہو۔ اس وقت نیشنل عوامی پارٹی سرحد کے زیرِ اہتمام نکالے گئے۔ ایک جلوس کی تصویریں ہمارے سامنے ہیں جو یکم جنوری کے بعد جناح پارک اور پشاور کے بازاروں سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ جلوس مردوں کا نہیں بلکہ خواتین کا ہے۔ مسلمان اور پشتون جیسے غیور اور جسور قوم کے سرکردہ قائدین کی خواتین کا ہے جو قومی و ملی روایات پردہ نشینی کا آبگینہ بازار کے چوراہوں پر چور چور کرتا ہوا گزرتا جارہا ہے۔ سیاسی شعور اور جذبۂ حریت لائق ستائش ہے، مگر ہر عمل کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ اور ابھی اس قوم پر ایسی نازک گھڑی نہیں آئی جسکی خاطر نفیرِ عام کی طرح حیادار خواتین بھی میدانِ سیاست میں کود پڑیں مسلمان عورت مجسّم عورت ہوتی ہے اسکی آواز اسکی جھلک اسکی پوری زندگی سراپا عصمت ہوتی ہے، پھر ایک ایسی قوم جس نے ان روایات کو اب تک اور بھی چار چاند لگا دئے ہوں، ان کے ہاتھوں عورت کا مردوں کے شانہ بشانہ دوڑتے اچھلتے کودتے رہنا اور اسٹیج پر دادِ خطابت دینا نہایت افسوسناک اور شرمناک بات ہے۔ ہم نیشنل پارٹی کے محترم قائدین سے خالص دینی اور قومی بلکہ علاقائی روایات کا بھی واسطہ دے کر اپیل کرتے ہیں کہ وہ آئندہ اس معاملہ میں محتاط رہیں ورنہ فتنہ کا دروازہ جب چوپٹ کھل جائے گا تو انہیں خود اپنے ہاتھوں اپنا سر پیٹنا پڑے گا۔ مگر تلافی کا وقت نکل چکا ہوگا تکن فتنۃٌ فی الارض وفساد کبیر۔

★

اسی جذبۂ نصح وخیر خواہی کی بناء پر "جماعت اسلامی" سے بھی ایک گذارش کرنی ہے جو ہر قومی و ملی موڑ پر حکمت عملی کی آڑ میں فتنوں کا کوئی نہ کوئی دروازہ کھولدیتی ہے۔ حالانکہ ان کے قائد مودودی صاحب کے الفاظ میں "کسی مقصد کی برتری کیلئے صرف مقصد کا اعلیٰ ہونا کافی نہیں بلکہ اس تک پہنچنے کے ذرائع اور خطوط بھی بے لاگ اور پاکیزہ ہونے چاہئیں"۔ مگر عملاً ہم دیکھتے ہیں کہ مقصد برآری کی خاطر جماعت نہ صرف یہ کہ طریقِ کار کی صحت کا خیال نہیں رکھتی بلکہ دین کے ایک ایک اصول کو سیاست کے خراد پر چڑھا دیتی ہے، اس وقت جماعت اسلامی کا انتخابی منشور سامنے آچکا ہے۔ اس میں زراعت کے عنوان میں زمین کی ملکیت مغربی پاکستان میں سو اور دو سو ایکڑ کے درمیان اور مشرقی پاکستان میں ۱۰۰ بیگھہ

تک محدود کر دی گئی ہے اور تمہید میں کہا گیا ہے کہ "غیر معمولی حالات میں ایسی غیر معمولی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں جو اسلام کے اصولوں سے متصادم نہ ہوں" قطع نظر اس بات کے کہ شریعت کا مذکورہ قاعدہ کن حالات اور کن غیر معمولی تدابیر پر منطبق ہوتا ہے۔ ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے نہ تو زمین کے بارہ میں کسی قسم کی تحدید کی ہے اور نہ دیگر اموال و املاک میں انفرادی اور شخصی ملکیت کی کسی قسم کی حدبندی گوارا کی ہے۔ جائز اور حلال ذرائع سے جتنی بھی ملکیت حاصل کی جائے شریعت نہ صرف اُسے جائز بلکہ اللہ کی ایک نعمت قرار دیتی ہے۔ قرآن و حدیث ایسے نصوص و شواہد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم نہ تو حالات کی نزاکت اور وقت کی رو میں بہہ کر انکی تاویل کر سکتے ہیں اور نہ سوشلزم کا ہوّا کھڑا کر کے اس کے ڈر سے اسلام کے کسی مسئلہ میں تحریف اور تحدید کر سکتے ہیں۔ اسلام غیر محدود ملکیت سے نہیں روکتا، البتہ وہ مالک کو اللہ اور اُس کے بندوں کے حقوق کا پابند بنا کر ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت ملکیت کی تحدید کرتا جاتا ہے، یہ زکوٰۃ و عشر، یہ صدقات اور ہبات اور سب سے بڑھ کر اسلام کا قانون میراث تحدید ملکیت نہیں تو اور کیا ہے مگر لامحدود کو محدود بنانے کا یہ منصوبہ قدرت ہی کا بنایا ہوا ہے، ہم اس میں نہ اضافہ کر سکتے ہیں نہ کمی، ہم مجرموں اور معاشرہ کی حق تلفی کرنے والوں کا ہاتھ توڑ سکتے ہیں، مگر انہیں کسی حلال کمائی کے ایک پیسہ سے نہیں روک سکتے۔ ہمیں حالات کا مقابلہ اور خرابیوں کی اصلاح کرنی ہے۔ مگر یہ اصلاح ایسی نہیں کہ دین کے کسی اصول پر قینچی چلا کر فساد کا ایک اور دروازہ کھول بیٹھیں۔ زمین کا مسئلہ بہرحال اپنی جگہ رہے گا۔ جماعت اسلامی اسے ہماری ناعاقبت اندیشی سمجھے یا کچھ اور ہم تو اس "حکمت عملی" کو بہرحال دین کے لئے زہر قاتل سمجھیں گے۔ اگر جماعت اسلامی غیر معمولی حالات کی وجہ سے ۲۰۰ ایکڑ تک زمین کی تحدید کو غیر معمولی تدبیر اور دین کے اصول سے غیر متصادم سمجھتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ کل سوشلسٹ اور کمیونسٹ اسی دلیل سے ملکیت زمین کا حق قطعی طور پر چھین کر اسے "غیر معمولی تدبیر" اور دین کے اصول سے "غیر متصادم" قرار نہ دے بیٹھیں، اگر جماعت کی طرف سے دین کے اصول کی کوئی واضح تشریح بھی ہو جائے تو معاملہ صاف ہو، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی چاہا اس نے کسی چیز کو اصول اور پھر جب چاہا تو "اسلام کے اصولوں سے غیر متصادم" کا فتویٰ لگا کر اسی اصول کو حکمت عملی کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ آہ! اصول اسلام کی اس بے دردی سے پائمالی۔ جنگ آزادی میں جمہوریت اور پارلیمانی نظام کو لات اور منات کہا گیا ہے، مگر بعد میں یہی چیز اصل الاصول بن گئی عورت کی امارت۔ اور حکومت کو ہر حال میں اسلام سے متصادم کہا گیا، پھر یہی چیز وقت کا اہم ترین جہاد قرار پایا،

انتخابی جدوجہد کو خلاف شریعت کہا گیا، پھر یہی مشغلہ روزگار بن گیا، مقصد کے حصول کے لئے ذرائع کی تقدیس ہر حال میں قائم رکھنے پر زور دیا گیا مگر پھر اس راہ کی ہر گری پڑی چیز کو گلے سے لگا کر رفیق جادۂ منزل بنایا گیا، اور اب مسئلہ ملکیت زمین میں گو (اسے عارضی کہا گیا) ایک ایسا موقف اختیار کیا گیا جسکی مخالفت خود عمر بھر کا شیوہ بنا رہا تھا۔ کالتی نقضت غزلها من بعد قوۃ انکاثا معلوم نہیں جماعت کے عمائدین اس نئے اجتہاد اور حکمت عملی کی کیا توجیہہ کریں، تاویل جو بھی ہو مگر یہ نہیں ہونی چاہئے کہ فلاں فلاں جماعتوں نے بھی ایسا کیا اور فلاں بزرگ نے بھی ایسا کہا ہے۔ اگر ایک چیز کا برائی ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے وزن میں اس بات سے کمی نہیں آسکتی کہ اور لوگ بھی ایسا کرتے ہیں، ایسی بات تو جرائم کی تاریخ میں بھی کسی نے نہیں کہی کہ میں اگرچہ مجرم ہوں مگر یہ تو ایک ایسا جرم ہے کہ ہے درشہر شما روز کنند۔ اور نہ کسی عدالت نے مجرم کے اس موقف کو قابل تسلیم قرار دیا ہے۔ تعدیل صحابہ، اور دیگر علمی وفقہی مسائل اور اب لاہوری مرزائیوں کے بارہ میں جماعت کا یہی عذر گناہ سامنے آچکا ہے۔ مگر غلط بات غلط ہے خواہ اس کا کہنے والا کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو یہ تو ایک ضمنی بات تھی، اب رہا ملکیت شخصی کو سلب کرنا یا اسے محدود کرنا۔

★

تو جہاں تک اصل مسئلہ انفرادی اور شخصی ملکیت کا تعلق ہے، خواہ املاک منقولہ ہوں یا غیر منقولہ ہوں اسلام نے اسے انسان کا فطری حق بنایا ہے، نہ تو اسکی تحدید کی جاسکتی ہے اور نہ عصر حاضر کے لادینی اقتصادی نظاموں کے علمبردار اس میں قطع برید کر سکتے ہیں، قرآن کریم نے آیت اولم یروا انا خلقنا لهم مما عملت ایدینا انعاما فهم لها مالکون۔ میں انسان کی شخصی ملکیت پر مہر ثبت کر دی ہے اور قرآن کی بیشمار آیتیں اس جملہ فهم لها مالکون (پس وہ اس کے مالک ہیں) کی تائید کرتی ہیں۔ جو لوگ ان الارض لله۔ (زمین اللہ کی ہے) قسم کی آیات کو آگے پیچھے سے کاٹ کر اپنے مدعی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، وہاں متصلاً اللہ نے خود یورثها من یشاء (وہ جسے چاہے زمین کا وارث بنادے) یا اس کے ہم معنی الفاظ میں انفرادی ملکیت بیان کرکے ایسے لوگوں کا مذاق اڑایا ہے۔ قل اللهم مالک الملک کیساتھ تؤتی الملک من تشاء بھی ہے اور والذین یکنزون الذهب والفضة کیساتھ ولا ینفقونها فی سبیل اللہ کی قید انسان کی انفرادی مالکیت کا اعلان کر رہی ہے، پھر وہ اسے اپنی ملکیت میں ہر جائز تصرف کرنے اور اسے اپنی ملکیت سے منتقل کرنے کا حق بھی دیتا ہے۔ چنانچہ بیع، شراء، ہبہ، تملیک، اعتاق، تدبیر، کتابت، اجارہ، اعارہ، مزارعۃ، وقف، رہن، قرض، صدقہ، وصیت، میراث وغیرہ اس تصرف